انگریزی سے منظوم اردو تراجم کی روایت

ڈاکٹر شیر علی

ABSTRACT:

Translation is a very important source to study and appreciated the literature of another language. But one of the well-known American poets, Robert Frost, has said that poetry is what gets lost in translation. On the other hand, prominent English poet, Ezra Pound, says that a great age of literature is perhaps always a great age of translation. In this article, the tradition of Urdu translation of English poems has been studied and analyzed in detail.

برطانیہ میں مقیم مشرقی باشندوں کا لسانی ربط ضبط انگریزی اور اردو کے ذریعے ہے۔ اس خطے میں اردو شاعری کے جائزے کا ایک تناظر وہ منظوم تراجم بھی ہیں جو انگریزی سے اردو میں کیے گئے۔

زندہ زبانیں متحرک تہذیبوں کی علم بردار ہوتی ہیں ، اس لیے فکری اور فنی سطح پر کئی حوالوں سے ایک دوسرے پر اثرانداز ہوتی ہیں ۔ ترجمہ نگاری کا فن بھی اسی اثرپذیری کا غماز ہے۔ ایک زبان میں بیان شدہ خیال اپنی بے پناہ قوت اور اثرآفرینی کی وجہ سے ترجمے کی صورت دوسری زبان میں منتقل ہوتا ہے۔

اردو زبان کے ادبی سرمایے میں یہ بات اہم ہے کہ اردو کے اہلِ قلم نے جہاں تخلیقی سطح پر اپنے کام کو آگے بڑھایا وہاں دوسری زبانوں کے شعری، افسانوی اور علمی ذخیرے کو اردو میں ترجمے کے ذریعے منتقل کیا۔ جہاں تک شعری تراجم کی روایت کی بات ہے تو یہ کام اتنے وسیع پیمانے پر ہوا ہے کہ بعض اہلِ قلم نے اسے ایک الگ صنفِ شاعری قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر حسن الدین احمد رقم طراز ہیں :

’’ منظوم ترجموں کو اردو شاعری کی ایک علاحدہ صنف قرار دیا جا سکتا ہے جس کی طرف اس وقت تک کم توجہ دی گئی ہے۔ اس مقالہ کا مقصد اس اہم صنف ادب کی جانب اہلِ اردو کو متوجہ کرنا ہے اور اس وقت تک جو جواہر پارے عام نظروں سے اوجھل رہے ہیں ، ان کو سامنے لا کر ان کی ادبی قدر و قیمت کا تعین کرنا ہے۔‘‘(۱)

منظوم ترجمہ نگاری بہت سی باریکیوں اور فنی نزاکتوں کی متقاضی ہے۔ شاعری بنیادی طور پر احساسات و جذبات کے اظہار کا نام ہے۔ ہر زبان اپنے اظہار کے حوالے سے تہذیبی پس منظر کی حامل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک زبان کا تہذیبی منظر نامہ لفظی اور اسلوبیاتی سطح پر دوسری زبان میں کما حقۂ منتقل کرنا ’’کارِدارد‘‘ کا حکم رکھتا ہے۔

لسانی گروہوں اور جغرافیائی وحدتوں کے لیے علاحدہ علاحدہ زبانیں ہیں ۔ ایک زبان کے جاننے والوں کے لیے دوسری زبان سے واقفیت ممکن نہیں رہی۔ جس طرح جذبات، احساسات اور تجربوں کا اظہار کسی ایک زبان میں تقریر و تحریر کے ذریعے ہوتا ہے اسی طرح اس اظہار کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت بھی پیش آنے لگی۔ اس منتقلی کا نام ترجمہ ہے۔ گویا ترجمہ راست اظہار نہیں ہوتا بل کہ اصل اظہار کا عکس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترجمہ عام طور پر اصل سے کم تر ہوگا۔ ترجمہ اصل کے برابر اس لیے بھی نہیں ہو سکتا کہ ہر انفرادی لفظ تاریخ کی دین ہوتا ہے اور اس کا اپنا تہذیبی پس منظر ہوتا ہے۔

ترجمے کے حوالے سے اہلِ فکر نے دل چسپ خیالات کا اظہار کیا ہے:

ؤ Poetry is what gets lost in Translation. Robert Frost, American Poet, (1874-1963)

ؤ A great age of literature is perhaps always a great age of translation. Ezra Pound, English Poet. (1885-1972)

ؤ Translation is like a woman. If it is beautiful, it is not faithful. If it is faithful, it is most certainly not beautiful. Yevgeny Yevtushenko, Russian Writer (Born: 18 July, 1933) (2)

اردو میں منظوم تراجم کی روایت پر نظر ڈالیں تو انشاء اللہ خاں انشاء کی مثنوی ’’فیل‘‘ کوانگریزی شاعری سے کیا ہوا اردو کا پہلا منظوم ترجم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ترجمہ اصل متن کو سامنے رکھ کر نہیں کیا گیابلکہ ایک فاسی ترجمے کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ یوں یہ ترجمہ در ترجمہ ہے۔

یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ جب اردو شاعری میں انگریزی زبان و ادب سے درآمد کا سلسلہ شروع ہوا تو منظوم ترجمہ کی روایت کی ابتدا اردو کے عظیم المرتبت شاعر نے اس شان سے کی کہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک کوئی اور اس میدان میں نہ آ سکا۔ یہ مثنوی انشاء نے نواب سعادت علی خاں کی فرمائش پر ۱۷۹۲ء میں لکھی تھی۔ دراصل یہ انگریزی نظم تھی۔ انشاء نے فارسی ترجمے کی مدد سے منظوم ترجمہ کیا۔ دو سو پانچ اشعار کی یہ مثنوی نہایت پرلطف مثنوی ہے۔

مولانا محمد حسین آزادؔ نے آب ِ حیات میں اس مثنوی کا عنوان ’’ہاتھی اور چینچل پیاری ہتھنی کی شادی‘‘ دیا ہے۔(۳(

مثنوی کی اندرونی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل انگریزی نظم جان کارش نے لکھی تھی۔ اس کا فارسی ترجمہ کلاک صاحب نے کیا تھا۔ نواب سعادت علی خاں کی فرمائش پر انشاء نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا۔

دوسرا ترجمہ جس کا ذکر گارساں دتاسی نے اپنے خطبات میں کیا ہے، Fables Do Gay یعنی فیبل کی حکایتوں کا منظوم ترجمہ ہے۔ یہ منظوم ترجمہ کلکتہ کے راجہ کالی کرشن بہادر نے ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ کیا۔ گارساں دتاسی کیمطابق :

’’حضرت سلیمان کی کہاوتوں اور پہاڑی وعظ کا بھی اردو نظم میں ترجمہ ہوا اور شیو پرشاد نے ’’من بہلاؤ‘‘ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں انگریزی نظم اور نثر دونوں کے ترجمے شامل ہیں ۔‘‘(۴(

۱۸۶۰ء کے بعد ترجموں کی رفتار میں تیزی پیدا ہوئی۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں سرسید کی تحریک کے زیرِ اثر برصغیر کے مسلمانوں کی علمی، ادبی اور ثقافتی زندگی پر انقلابی اور دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ اردو شاعری بھی ان اثرات سے متاثر ہوئی۔ چناں چہ محمد حسین آزاد اور مولانا الطاف حسین حالی نے انجمنِ پنجاب کی سرکردگی میں اردو شاعری کی اصلاح کی تحریک چلائی اور اردو شاعری کو نئے خیالات اور نئے اسالیب سے روشناس کرنے کے مقصد کے تحت انگریزی شاعری سے منظوم ترجموں کا نہ صرف مشورہ دیا بل کہ خود منظوم ترجمے کیے۔

سرسید، الطاف حسین حالی اور محمد حسین آزاد انگریزی بہت کم جانتے تھے لیکن انگریز پروفیسروں سے برابر ملتے رہتے تھے اور ان سے تبادلۂ خیالات کرتے رہتے تھے۔ آزاد نے یہ منظوم ترجمے کیے :

معرفتِ الٰہی، بڈھا باپ، اولوالعزمی کے لیے کوئی سد راہ نہیں

آخری نظم، نظمِ آزاد میں موجود ہے۔ اس نظم کے متعلق محمد حسین آزاد کے فرزند محمد ابراہیم، نظمِ آزاد کی تمہید میں لکھتے ہیں :

’’کرنل ہالرائیڈ کے مشاعرہ کے بند ہونے کے بعد آزاد کبھی کبھی انگریزی نظموں کے انداز پر نظم لکھتے رہے۔ یہ بالکل انگریزی نظم کا ترجمہ نہیں ہے چناں چہ ناظرین مقابلہ کرکے دیکھیں گے کہ انگریزی نظم کے انداز پر جو نظم یعنی ’اولوالعزمی کے لیے کوئی سد راہ نہیں ‘ وہ ترجمہ نہیں ہے البتہ انگریزی مطالب کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اس طرح تمام نظموں میں انگریزی مطالب ہیں مگر ان کو نہیں کہہ، سکتے کہ انگریزی ترجمہ ہیں ۔ ‘‘ (۵(

حالیؔ نے ’’دوست‘‘، ’’قدر و منزلت کس جگہ ہوتی ہے‘‘ کے عنوان سے انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے کیے۔ اسی طرح ’’زمزمۂ قیصری‘‘ جو مسٹر سٹوک کی انگریزی نظم ہے، اصل نظم کا نثری ترجمہ مولانا حالیؔ کو دیا گیا۔ انھوں نے ان خیالات کو منظوم کیا۔ اسی طرح ’’تنہائی کا خیال‘‘ انگریزی سے لیا گیا ہے۔ ان کی نظم ’’جواں مردی کا کام‘‘ انگریزی نظم کا آزاد منظوم ترجمہ ہے۔

۱۸۶۴ء میں منظوم ترجموں کی باضابطہ کوشش کی حیثیت سے قلقؔ میرٹھی کی ’’جواہرمنظوم‘‘ منظرِ عام پر آتی ہے۔ جسے انگریزی شاعری کے اردو منظوم ترجموں کا پہلا مجموعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے حصہ دوّم کا منظوم ترجمہ بانکے بہاری لال نے ’’گوہر شب تاب‘‘ کے نام سے کیا۔

اسی طرح رحیم اللہ نے انگریزی کتاب ’’منتخب انگریزی نظموں کا مجموعہ‘‘ کا منظوم ترجمہ کیا۔ بانکے بہاری لال اور رحیم اللہ دونوں نے بیس انگریزی نظموں کے ترجمے کیے ہیں ۔ ڈاکٹر حسن الدین کے مطابق:

’’مذکورہ تراجم کو ادب کی اعلیٰ قدروں اور اردو شاعری کے بلند معیار پر جانچا جائے تو ان میں بہت سی خامیاں نظر آتی ہیں ۔ تاہم ان تراجم کا مطالعہ ترجموں کے ارتقا کے اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے۔‘‘ (۶(

۱۸۸۰ء میں مولانا اسماعیل میرٹھی کی پینتالیس نظموں کا مجموعہ ’’ریزۂ جواہر‘‘ کے نام سے شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں حسبِ ذیل چھے نظمیں انگریزی سے ترجمہ کی ہوئی شامل تھیں :

کیڑا، ایک قانع مفلس، موت کی گھڑی، فادر ولیم، حب وطن، انسان کی خام خیالی

اسماعیل میرٹھی نے اور نظموں کے بھی منظوم تراجم کیے ہیں جن میں بیش تر نظمیں بچوں کے لیے ہیں ۔

انیسویں صدی کے آخر تک انگریزی شاعری کے منظوم ترجموں میں خاص دل چسپی لی جانے لگی اور ان کے معیار اور فنی ضروریات کا خاص لحاظ ہونے لگا۔ اب یہ کام عہدہ داروں کے حکم اور فرمائش پر نہیں بل کہ خود اہلِ اردو کی اپنی دل چسپی سے ہونے لگا۔ اب یہ کام انگریزی نصاب کی کتابوں میں شامل نظموں کے منظوم ترجموں تک محدود نہ رہا بل کہ انگریزی شہ پاروں کو اردو میں منتقل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

اکبر الٰہ آبادی اردو کے ایک اور بڑے شاعر ہیں جنھوں ایک ہی نظم کے ذریعے ترجموں کے میدان میں اپنا مقام پیدا کر لیا۔ ان کی نظم ’’آب لڈور‘‘ انگریزی شاعر رابرٹ سدے کی نظم "The Cataract of Ladore"سے ماخوذ ہے۔ ماخوذ نظموں پر منظوم ترجموں کا ادراک نہیں ہوتا، پھر بھی اس نظم کا ذکر ضروری ہے۔ اس نظم کے حوالے سے اکبر الٰہ آبادی خود فرماتے ہیں ، ’’میری نظم میں آب لو ڈور کے آبشار کی چھاؤں تک موجود نہیں ۔‘‘ غالباً اکبر الٰہ آبادی کا مفہوم یہ ہے کہ روایتی معنوں میں یہ منظوم ترجمہ نہیں ہے۔ نظم طباطبائی کی ’’گورِ غریباں ‘‘ سے اردو کی پابند نظم میں ایک نئے انداز کی ابتدا ہوتی ہے۔ نظم طباطبائی اردو کے بلند پایہ شاعر تھے۔ انھوں نے اردو شاعری کو ہیئت کے نئے تجربوں سے روشناس کرایا۔ انھوں نے انگریزی شاعری کے منظوم ترجموں کی طرف توجہ کیطباطبائی کے منظوم ترجموں میں سب سے طویل اور اہم نظم ’’گورِ غریباں ‘‘ ہے۔

نظم طباطبائی نے ’’گورِغریباں ‘‘ کے علاوہ چند اور انگریزی نظموں کے ترجمے بھی کیے ہیں جو یہ ہیں :

رحم، زمزمہ فصل بہار، نغمۂ زندگی، دولت خدا داد افغانستاں ، یاد رفتگاں، دعوت زہرا، اس طرح وطن کی خیر مناتے ہیں ، ہمدردی و ثابت قدمی۔

یہ سب منظوم ترجمے بہت مقبول ہوئے اور ان سے منظوم ترجموں کی تحریک کو زبردست تقویت پہنچی۔ نظم طباطبائی نے چند نظمیں انگریزی نظموں کی اتباع میں لکھیں جو ہیئت کے اعتبار سے اہمیت رکھتی ہیں ۔

انگریزی شاعری کے منظوم ترجموں کی رفتار کو تیز کرنے میں ادبی رسالوں نے اہم کردار ادا کیا۔ اسی سلسلے میں رسالہ ’’مخزن‘‘ نے بالخصوص انگریزی نظموں کے ترجموں کی اشاعت کا بیڑا

اٹھایا۔ اس رسالے کے اجرا کا بنیادی مقصد ہی منظوم ترجموں کی ترویج تھا۔ اپنے پہلے شمارے میں جو اپریل ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا تھا، اس مقصد کو اس طرح واضح کیا گیا ہے :

’’انگریزی نظموں کے نمونے پر طبع زاد نظمیں اور انگریزی نظموں کے بامحاورہ ترجمے شائع کرنا تاکہ معتقدمین کی تقلید کرنے والے جدید مذاق سے آگاہ ہوں ۔‘‘ (۷(

رسالہ دلگداز نے اس مقصد کو آگے بڑھایا۔ بیسویں صدی کے پہلے اور دوسرے عشرے میں کثیر التعداد انگریزی نظموں کو اردو کا جامع پہنایا گیا۔ ان تراجم سے اردو شاعری کے سرمایہ میں قابلِ قدر اضافہ ہوا۔ پروفیسر سید محمد عبدالغفور شہبازؔ نے اس دور میں کامیاب اور معیاری منظوم ترجمے کیے۔ آپ کا ایک منظوم ترجمہ ’’جوگی‘‘ ہے جو انگریزی نظم ’’دی ہرمٹ‘‘ کا لفظی ترجمہ ہے۔ شہبازؔ نے انگریز شاعر سدےؔ کی نظم سے ماخوذ ایک نظم ’’آبشارِ لوڈور‘‘ لکھی۔ یہ نظم اکبرالہ آبادی کی ’’آبِ لوڈور‘‘ سے ماخوذ ہے۔ انھوں نے ایک انگریزی نظم ’’ابراہیم بن ادھم‘‘ کا بڑاعمدہ منظوم ترجمہ کیا ہے۔

عبدالحلیم شررؔ نے نہ صرف منظوم ترجمے کیے بل کہ انگریزی نظم کے طرزِ بیان اور ہیئت کی اتباع میں غیر مقفّی نظم کا تجربہ کیا۔ شررؔ نے اردو نظم میں اس جدید اسلوب اور ہیئت کو مروّج کیا اور اس کو بہ طور ایک تحریک فروغ دیا۔ عبدالحلیم شررؔ نے مغربی شاعر ی سے براہِ راست استفادہ کے رجحان کو استحکام بخشا اور اس کے ذریعہ اردو شاعری کو نئی وسعتوں سے آشنا کیا۔

نادر کاکوروی اور علامہ اقبال دونوں کی نظمیں ’’مخزن‘‘ میں چھپا کرتی تھیں ۔ دونوں کے درمیان غالباً ذاتی روابط بھی تھے۔ اقبالؔ کے بعض اشعار میں نادر کاکوروی کا ذکر ملتا ہے:

پاس والوں کو تو آخر دیکھنا ہی تھا مجھے
نادرِؔ کاکوروی نے دُور سے دیکھا مجھے
نادرؔ و نیرنگؔ ہیں اقبالؔ میرے ہم صفیر
ہے اسی تثلیث فی التوحید کا سودا مجھے

’’شاعر کا دل‘‘ ٹینی سن کی ایک نظم کا ترجمہ ہے۔ نادر نے ترجمہ کی صحت کا اتنا خیال رکھا ہے کہ جہاں کہیں مضمون کی وضاحت کے لیے کچھ الفاظ اپنے اشعار میں بڑھائے ہیں ، وہاں ان کے گرد خطوطِ وحدانی (بریکٹس) کھینچ دیے ہیں ۔ ’’مرحومہ کی یاد میں ‘‘ ٹامس مور کی نظم کا ترجمہ ہے۔ اسی طرح انھوں نے سر ٹامس مور کی مشہور نظم ’’لائٹ آف دی حرم‘‘ کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ بعض تراجم میں مثلاً ’’گھنٹہ نہیں بجے گا‘‘ نادرؔ نے انگریزی نظم کو اردو میں منتقل کرتے ہوئے وضاحتی پیرایہ اختیار کیا ہے۔ لیکن اس غیر معمولی کامیابی کو دیکھ کر جو اس منظوم ترجمے کو حاصل ہوئی، اس آزادی کا جواز پیدا ہوتا ہے۔

مولانا ظفر علی خاں نے کئی انگریزی کی تحریروں کو اردو کا روپ دیا۔ انھوں نے مندرجہ ذیل نظموں کے منظوم تراجم بھی کیے ہیں :

ندی کا راگ، اخبار کا چندہ، تاجدارِ دکن، دھوپ اور چاندنی، فراقِ روح و تن۔

غلام بھیک نیرنگؔ کے منظوم تراجم ’’مقصودِ الفت‘‘ اور ’’جانِ شیریں ‘‘ میں بھی حسن کارانہ تناسب پایا جاتا ہے۔ ان کے منظوم تراجم ’’مخزن‘‘ میں شائع ہوتے رہے۔ مولوی فخرالدین احمد سفیرؔ کاکوروی کے کلام میں بھی منظوم تراجم ملتے ہیں ۔ ان کے مجموعۂ کلام کا مقدمہ سرشیخ عبدالقادر نے لکھا تھا لیکن یہ مجموعہ شائع نہ ہو سکا اور ۱۹۴۷ء کے حادثے میں ضائع ہو گیا۔ انھوں نے سروجنی نائیڈو کی کئی نظموں کو اردو کا جامہ پہنایا۔ سروجنی نائیڈو نے سورۂ اخلاص سے متاثر ہو کر انگریزی میں ایک نظم کہی تھی۔ انھوں نے ’’اسمائے حسنیٰ‘‘ کے عنوان سے اس نظم کا اردو ترجمہ کیا۔ ان کے مندرجہ ذیل تراجم قابلِ ذکر ہیں :

گجری، حسین ساگر، نسترن، نغمۂ صحرائی، نوائے آوارگی۔

سید محمد ضامنؔ کنتوری نے منظوم ترجموں کی جانب خصوصی توجہ دی۔ ۱۹۰۱ء میں ’’ارمغانِ فرنگ‘‘ شائع ہوئی جس میں مشہور انگریز شاعروں مثلاً ورڈزورتھ ، پوپ، گولڈ سمتھ، شیکسپیئر، لانگ فیلو وغیرہ کی نظموں کا انتخاب کرکے شاعروں کے مختصر حالاتِ زندگی کے ساتھ منظوم تراجم کیے گئے ہیں ۔ ان کے منظوم ترجمے ’’راہبِ صحرا نشیں ‘‘ اور ’’اینک آرڈن‘‘ طویل ہوتے ہوئے بھی دل چسپ اور کامیاب ہیں ۔ ان کا منظوم ترجمہ ’’نسیم سحر‘‘ حیدر آباد کے ایک رسالہ ’’معلم النسواں ‘‘ میں ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا۔ اقبال کی نظم ’’پیامِ صبح‘‘ اس کا ہم ترجمہ ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی منظوم تراجم کے حوالے سے اردو شاعری کا ایک بڑا نام علامہ اقبال سامنے آتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور ہی میں منظوم ترجموں کی طرف توجہ کی۔ ان کی شاعری کے اس رجحان کی طرف پروفیسر عبدالقادر سروری نے اپنی کتاب ’’جدید اردو شاعری‘‘ میں یوں اشارہ کیا:

’’اقبالؔ کی ابتدائی شاعری کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو مغربی شعرا جیسے ٹینی سن، ایمرسن، گوئٹے وغیرہ کے کلام سے ماخوذ ہے۔ یہ درحقیقت اقبالؔ کی موضوعی نظموں کا اوّلین نقش ہیں ۔‘‘ (۸)

اقبال نے انگریزی ادب کا غائر مطالعہ کیا تھا۔ یورپ اور انگلستان کے قیام اور وہاں کی تعلیم کے دوران انگریزی ادب سے ان کی دل چسپی میں اضافہ ہوا تھا۔ اپنے ہم عصر ادبیوں کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ مغربی ادب کے فن پاروں سے اردو ادب کو مالا مال کریں ۔ جب اقبال یورپ سے واپس آئے تو ’’مخزن‘‘ کے ایڈیٹر شیخ عبدالقادر نے ان سے فرمائش کی کہ وہ انگریزی نظموں کے منظوم ترجموں کی طرف توجہ کریں ۔ ’’مخزن‘‘ کے پہلے شمارے اپریل ۱۹۰۱ء میں اقبال کی نظم ’’کوہستانِ ہمالہ‘‘ کے عنوان سے شائع ہوئی جس پر ایڈیٹر کی طرف سے یہ نوٹ درج ہے:

’’شیخ محمد اقبال صاحب جو علوم مشرقی و مغربی دونوں میں صاحبِ کمال ہیں ۔ انگریزی خیالات کو شاعری کا لباس پہنا کر ملک الشعرائے انگلستان ورڈس ورتھ کے رنگ میں کوہِ ہمالہ کو یوں خطاب کرتے ہیں ۔‘‘ (۹)

اقبالؔ کے ابتدائی کلام میں انگریزی شاعری کی صدائے بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔ رسالہ ’’مخزن‘‘ (جنوری ۱۹۰۴ء) میں انگریز شاعر ڈائک کے تین شعروں کا ترجمہ شامل ہے۔ اقبال کے تراجم کا تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حسن الدین لکھتے ہیں :

’’اقبال نے اپنے ترجموں میں آزادی سے کام لیا ہے۔ ان کے سب ترجمے آزاد یا نیم آزاد کی تعریف میں آتے ہیں ۔ اقبال کے اپنے معیار اور تخلیقی صلاحیت کے پیشِ نظر ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ اصل نظم کے پابند ہو جاتے۔ انھوں نے ان منظوم ترجموں میں انگریزی نظموں کے خیالات سے استفادہ کیا لیکن بسااوقات اپنی نظموں کی تشکیل اپنے ذاتی اور فکری رجحان کے تحت کی۔ اقبال کے سب ترجمے وفادار نہ سہی، خوب صورت ضرور ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اقبال کے تمام منظوم ترجمے نہ صرف اردو شاعری کا جزو بن گئے ہیں ، بل کہ یہ مختصر ذخیرہ اتنا قیمتی ہے کہ اردو شاعری اس پر ناز کر سکتی ہے۔‘‘ (۱۰)

ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی کتاب ’’ابتدائی کلامِ اقبال-بہ ترتیبِ مہ و سال‘‘ میں وہ تمام اصل انگریزی نظمیں درج کی ہیں جن کا منظوم اردو روپ کلامِ اقبال میں نظر آتا ہے۔ ذیل میں اصل انگریزی نظموں کے عنوان درج کیے جارہے ہیں :

ایک مکڑا اور مکھی
Mary Howitt
The Spider and the Fly
ؤ
ایک پہاڑ اور گلہری
Emerson
The Mountain and the Squirrel
ؤ
ایک گائے اور بکری
Jane Taylor
The Cow and the Ass'
ؤ
بچے کی دعا
Matilda Betham
A Child's Hymn
ؤ
ماں کا خواب
William Barnes
The Mother's Dream

ؤ
ایک آرزو
Samuel Rogers
A Wish
ؤ
پرندے کی فریاد
William Cowper
On a Gold-Finch Starved to Death
ؤ
پیامِ صبح
H. W. Longfellow
Day Break
ؤ
عشق اور موت
Tennyson
Love and Death
ؤ
رخصت اے بزمِ جہاں
Emerson
Good Bye
ؤ
)۱۱ (ایک پرندہ اور جگنو
William Cowper
The Nightingale and The Glow-Worm
ؤ

اقبال کی نظم ’’ہمدردی‘‘ جس کے متعلق اقبال نے ماخوذ از ولیم کوپر لکھا ہے ’’اے نائیٹ اینگل اینڈ گلوورم (The Nightingale and The Glow-Worm) ‘‘ہی سے ماخوذ ہے۔ چوں کہ دونوں نظموں یعنی ’’ایک پرندہ اور جگنو‘‘ اور ’’ہمدردی ‘‘ کا ماخذ ایک ہی ہے اس لیے محققین کو ’’ہمدردی‘‘ کا ماخذ تلاش کرنے میں ناکامی ہوئی۔ وہ نظمیں جن کے حوالے سے اقبال نے صراحت نہیں کی ، درج ذیل ہیں :

گورستانِ شاہی، والدہ مرحومہ کی یاد میں ، ابرِ کوہسار، مرثیۂ داغ (۱۲(

حسرت موہانی نے بھی بعض اعلیٰ درجے کے منظوم تراجم کیے جن میں ’’موسمِ بہار کا آخری پھول‘‘ اور ’’ترانۂ محبت‘‘ قابلِ ذکر ہیں ۔ محمد سیف الدین شباب نے بھی سفیر کاکوروی کی طرح سروجنی نائیڈو کی انگریزی نظموں کے منظوم تراجم کیے جن میں مندرجہ ذیل ترجمے اہم ہیں :

گورستانِ شاہی گولکنڈہ، حسین ساگر، نغمۂ محبت، مرغِ بسمل، ستی، موت اور زندگی، سوزِ بیوگی، شرحِ آرزو

مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی کا منظوم ترجمہ ’’مئی کا جوان چاند‘‘ بھی اہم تراجم میں شمار کیا جاتا ہے۔ عیسیٰ چرن صداؔ نے انگریز شاعر ملٹن کی شہرہ آفاق نظم "Paradise Lost" کا منظوم ترجمہ ’’فردوسِ گم شدہ‘‘ کے نام سے کیا۔ انگریزی سے کیے گئے منظوم ترجموں میں ’’فردوسِ گم شدہ‘‘ سب سے طویل ہے۔ ملٹن کی دوسری نظم "Paradise Regained" کا ترجمہ بھی انھوں نے ’’فردوسِ بازیافتہ‘‘ کے نام سے کیا جس کو دلگداز پریس لکھنؤ نے ۱۹۲۲ء میں شائع کیا۔ اسی طرح صداؔ نے ملٹن کی نظم "Samson Agnostic" کا منظوم ترجمہ ’’شمعونِ مخزون‘‘ کے نام سے کیا۔ منشی مہاراج بہادر برقؔ دہلوی نے انگریز شاعر William Barnes کی نظم "The Mother's Dream" کا منظوم ترجمہ ’’مادرِ ناشاد کا خواب‘‘ کے عنوان سے کیا۔ واضح رہے اقبال نے بھی اس نظم کا ترجمہ ’’ماں کا خواب‘‘ کے عنوان سے کیا تھا۔ برقؔ کے دیگر اہم تراجم درج ذیل ہیں :

ساعت مرگ، نشۂ حسن، پھول ، شہیدِ وفا، پیمانِ وفا، قوسِ قزح

نواب میر جعفر علی خاں اثرؔ لکھنوی نے انگریزی اور دوسری زبانوں سے کافی تراجم کیے۔ ان کے منظوم ترجموں کا مجموعہ ’’رنگ بست‘‘ کے نام سے اردو اکیڈمی لاہور سے شائع ہوا۔ سیّد ابوالحسن ناطقؔ گلاوٹھی کا منظوم ترجمہ ’’رازِ الفت‘‘ مخزن نومبر ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا تھا۔ منشی تلوک چند محرومؔ نے انگریزی نظموں کی ایک بڑی تعداد کو اردو کے قالب میں ڈھالا، جن میں مندرجہ ذیل اہم ہیں :

بچے کا پہلا احساسِ غم، موت کا موسم، سپاہی کا خواب، ایک خاندان کی خبریں ، حبِ وطن، رحم، بزدل، نرم گفتاری، نغمۂ آسمانی، صادق دوست کی پہچان، بقائے محبت، کیا سے کیا، زوالِ حسن، ایامِ غم، حسرتِ پرواز، محبت، عشق، آج، نکاتِ شیکسپیئر۔

عظمت اللہ خاں نے شیکسپیئر ، بائرن، براؤننگ، ورڈز ورتھ، میریڈیتھ اور تھامس ہارڈی کی نظموں کا اپنے محاورے، اندازِ بیان اور طرزِ فکر کے مطابق ترجمہ کیا۔ ان کی نظموں اور منظوم ترجموں کا مجموعہ ’’سریلے بول‘‘ کے نام سے ان کی وفات کے بعد ۱۹۴۰ء میں حیدرآباد سے شائع ہوا۔ عظمت اللہ خاں نے اپنی نظموں کی طرح ان منظوم ترجموں میں ہیئت کے نئے اور انوکھے تجربے کیے جن کو جدید اردو نظم کے ارتقا میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ عظمت اللہ خاں کے قابلِ ذکر ترجمے یہ ہیں :

اندھی پھول بیچنے والی کا گیت، تیر و نغمہ، ادائی فرض، فردوس بریں ، حکایت، حضرت محمد صلعم، موسم گرما کا آخری گلاب، چھوٹا پودا، ستارہ، سویرے سونا۔

برطانیہ کے انگریز شعرا کے اردو تراجم کے سلسلے میں میر اجی کی کتاب ’’مشرق و مغرب‘‘ کے نغمے کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں جہاں دنیابھر کے دیگر شعرا کے تراجم شامل ہیں وہاں برطانوی شعرا جان مینسفیلڈ، ڈی ایچ لارنس، تھامس مور کے علاوہ انگلستان کی ایک شاعرہ ایملی برؤنٹی کے کلام کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ (۱۳(

انگریزی سے منظوم اردو تراجم کے ساتھ ساتھ سینکڑوں انگریزی کتب کا نثر میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر مرزا حامد بیگ کی کتاب ’’مغرب سے نثری تراجم‘‘ ایک ریفرنس بک کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۷۹۱ صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب ۱۶۱۷ کتب کا احوال بیان کرتی ہے، جن کے تراجم اردو میں ہوئے ہیں ۔ (۱۴(

اردو زبان دنیا کی اہم ترین زبانوں میں شمار کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے بہت سے شہ پاروں کا انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ دیگر زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ اردو کے تمام بڑے شعرا مثلاً میرؔ، غالبؔ، اقبالؔ، فیضؔ، راشدؔ وغیرہ کے تراجم ہوئے ہیں ۔ اقبال کی نظم اسرارِ خودی کا ترجمہ ڈاکٹر نکلسن (R. A. Nicholson) نے "SECRETS OF THE SELF" کے نام سے کیا۔

برطانیہ میں مقیم کئی شاعروں مثلاً ساقی فاروقی، سلیم الرحمن، باصر سلطان کاظمی، عاصی کاشمیری وغیرہ کے کلام کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ محمد یعقوب مرزا نے جو تراجم کیے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

ؤ Yaqub' Selection and Translation of Poems by Faiz Ahmad Faiz (1911-1984)
ؤ A Selection and Translation of Iqbaliat (1877-1938)
ؤ Translation of Selected verses of Ghalib's Urdu Ghazals (1797-1869)
ؤ Anthology of Verses by Mir Taqi Mir (1722-1810)
ؤ A Collection of Poems in Urdu (15)

دیبجانی چیٹرجی (Debjani Chatterjee) نے ناصر کاظمی اور باصر کاظمی کی غزلوں کا ترجمہ ’’غزل -نسل در نسل "Generations of Ghazals" ‘‘کے نام سے کیا۔ (۱۶(

سید عبدالطیف نے لندن یونیورسٹی سے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "The Influence of English Literature On Urdu Literature" میں G. E. Ward کی کتاب "Quatrains of Hali" مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۴ء کا حوالہ دیا ہے جو حالیؔ کے تراجم پر مشتمل ہے۔ (17(

ڈاکٹر مختار الدین احمد کے شعری مجموعے ’’روشنی کا سایہ‘‘ کا ترجمہ "Sufic Reflections" کے نام سے Dr. N. A. Shaikh اور پروفیسر شوکت واسطی نے کیا۔ (۱۸(

مذکورہ اردو انگریزی تراجم کی صورت میں ترجمہ نگاری کی ایک درخشاں روایت تشکیل پاتی ہے۔ اردو شعر و ادب کے ارتقائی سفر میں اس روایت کی ایک مسلمہ اہمیت ہے۔ اردو تراجم کی صورت میں مغربی افکار اور اسالیبِ بیان سے اردو شاعری کا افق وسعتوں سے ہمکنار ہوا۔ دوسری

طرف اردو شاعری کے انگریزی تراجم کی بدولت مغربی دنیا کو ہمارے شعر و ادب سے روشناس ہونے کا موقع ملا۔ یوں تراجم کی یہ روایت فکر و خیال، اسالیبِ بیاں اور اجتماعی دانش کی ترقی و ترویج کا باعث بنتی ہے۔

حوالہ جات:

(۱) ڈاکٹر حسن الدین احمد، انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، حیدرآباد: ولا اکیڈمی، ۱۹۸۴ء، ص۷

(2) Encyclopaedia Wikipedia/Quotations about Translation

(۳) محمد حسین آزاد، آبِ حیات، لاہور: عشرت پبلیشنگ ہاؤس، س ن، ص۲۳۸

(۴) ڈاکٹر حسن الدین احمد، انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، ص۱۱۴

(۵) محمد حسین آزاد، نظمِ آزاد، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب ،

(۶) ڈاکٹر حسن الدین احمد، انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، ص۱۱۷-۱۲۱

(۷) رسالہ مخزن،لاہور: اپریل ۱۹۰۱ء

(۸) عبدالقادر سروری، جدید اردو شاعری،

(۹) رسالہ مخزن،لاہور: اپریل ۱۹۰۱ء

(۱۰) ڈاکٹر حسن الدین احمد، انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، ص۱۵۹

(۱۱) ڈاکٹر گیان چند، ابتدائی کلامِ اقبال، حیدرآباد: اردو ریسرچ سنٹر، ۱۹۸۸ء، ۱-۱۴

(۱۲) ڈاکٹر حسن الدین احمد، انگریزی شاعری کے منظوم اردو ترجموں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ،ص۱۶۰

(۱۳) میراجی، مشرق و مغرب کے نغمے،لاہور

(۱۴) ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص۳۲۱

(15) Asi Kashmiri. A Collection of Poems in Urdu. Rawalpindi: Anjum Publishers, 2002, Pg 117

(۱۶) دیبجانی چیٹرجی، غزل- نسل در نسل، لاہور: جہانگیر بک ڈپو، ۲۰۰۶ء

(17) The Influence of English Literature On Urdu Literature, Sayyid Abdul Latif, Forster Groom & Co., London, 1924, Pg 129.

(۱۸) ڈاکٹر مختار الدین احمد، روشنی کا سایہ، اسلام آباد: بزم علم و فن، ۱۹۹۸ء

/……/